قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 31 اگست 2021ء | 22 محرم 1443ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:206

ارشادِ باری تعالیٰ

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

(البقرہ: 166)

ترجمہ: اور مومنوں کی یہی شان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر خدا سے محبت رکھتے ہیں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا راز اور طریق اور اس کی گہرائی اور فلاسفی بھی بیان فرمائی ہے اور ہمارے سے، جو آپ کے ماننے والے ہیں جو آپ کی جماعت میں شامل ہیں محبت الٰہی کے بارے میں کیا توقعات رکھی ہیں۔ یہ سب بھی بیان فرمایا کہ ہماری کیا کوشش ہونی چاہئے اور اس کے کیا معیار ہونے چاہئیں۔ پس اس لحاظ سے ہر حوالہ ہی قابل غور ہے اور ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس لئے توجہ سے سننے کی ضرورت ہے تا کہ ہم محبت الٰہی کے مضمون کی روح کو سمجھتے ہوئے اس میں بڑھنے والے ہوں اور اضافہ کرنے والے ہوں اور اپنی اصلاح کرنے والے ہوں۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

’’...محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل وجان ساعی ہو تا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے۔ سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہو کر اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کے ساتھ ہو کر لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ درحقیقت اس کی محبت میں کھو یا گیا ہے۔‘‘

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 431)

(خطبہ جمعہ 4/ اپریل 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

’’اے اللہ! عَبّاد پر رحم کر‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت جاگے تو مسجد سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے بہت جلدی جاگا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ آواز عَبّاد کی ہے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں مَیں نے عرض کی کہ انہی کی آواز لگتی ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ اے اللہ! عَبّاد پر رحم کر۔

(صحیح بخاری، کتاب الشھادات باب شھادۃ الاعمی ...الخ حدیث ٢٦٥٥)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

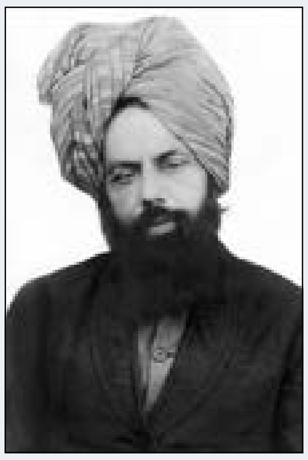

گناہ کو دور کرنے کے تین درجے

توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے ساتھ ہے۔ تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں۔ کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں۔ دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اسی لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اسکی محبت اور اسکی اطاعت میں ہے۔ اور اس کا نام نفس رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنیوالا ہے۔ خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے۔ یہی انسان کا جنت ہے۔ اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے۔ اور خدا میں ہو کر پاک نشوونما پاتا جاتا ہے۔ اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے۔ مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشوونما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اس لئے دم بدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔ پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس خشکی کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے۔ جس پر قانون قدرت گواہی دیتا ہے۔... غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہٰذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا کیلئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ خدا کو اس طرح پر مان لینا کہ اس کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان پر بھی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبت ہے جو درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زمین میں لگایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خدا سے الگ ہو کر انسانی وجود کا پردہ نہ کھل جائے۔ اور یہ مرتبہ درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زور کر کے پورے طور پر اپنی جڑ زمین میں قائم کر لیتا ہے۔ اور پھر تیسرا مرتبہ توبہ جو اس حالت کے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑیں پانی سے قریب کر کے بچہ کی طرح اس کو چوستا ہے۔ غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس کا دور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 329 تا 330)

اس شمارہ میں

- رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ (منظوم)
- کتاب، تعلیم کی تیاری
- کیا جماعت احمدیہ ایجنٹ ہے؟
- تعصّب، نفرت معاشرے کا تباہ کر دیتا ہے

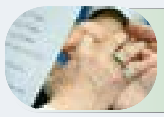

دربارِ خلافت

’’دَسّو اَسِی کی کریئے‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت چوہدری محمد علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب سیالکوٹ جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے، جب واپس تشریف لائے تو انہوں نے آ کر تبلیغ شروع کی۔ وہ خود بیعت کر کے آئے تھے۔ اُن کی تبلیغ سے گھٹیالیاں کے لوگ دھڑا دھڑ بیعت کرنے لگے۔ غالباً غلام رسول بسراء صاحب سے مَیں نے یہ سنا کہ حضرت صاحب نے جب یہ دیکھا کہ کثرت سے گھٹیالیاں کے لوگ بیعت کر رہے ہیں تو فرمایا یہ گھٹیالیاں کیا ہے؟ گاؤں ہے کہ شہر ہے۔ اس پر چوہدری محمد علی صاحب کے بھائی حاکم علی نے کہا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 10 صفحہ 235 روایت حضرت چوہدری محمد علی خان صاحبؓ) (یہ آگے اس روایت کی تصدیق ہو رہی ہے)

پھر حضرت شیخ عبدالرشید صاحب کی روایت ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بوپڑی غیر احمدی یہاں آیا کرتے تھے۔ بڑے خوش الحان تھے۔ اُس کے وعظ میں بے شمار عورتیں جایا کرتی تھیں۔ (آواز بھی اچھی تھی۔ وعظ بھی بہت اچھا کیا کرتے تھے۔ attract کیا کرتے تھے۔ لحن بھی اچھا تھا۔ تلاوت بھی اچھی کیا کرتے تھے) کہتے ہیں کہ دو دو تین تین ماہ یہاں رہا کرتے تھے۔ اُس نے آ کر حضرت کی مخالفت شروع کر دی۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت شروع کر دی)۔ بد زبانی بھی کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ بھی بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ میرے والدین نے مجھے جواب دے دیا (یعنی گھر سے نکال دیا)۔ والدہ زیادہ سختی کیا کرتی تھیں کیونکہ (مولوی) بوپڑی کا بڑا اثر تھا۔ والدین نے کہا ہم عاق کر دیں گے۔ کئی کئی ماہ مجھے گھر سے باہر رہنا پڑا۔ میرے والد صاحب میری والدہ کو کہا کرتے تھے کہ پہلے یہ دین سے بے پرواہ تھا۔ سویا رہتا تھا۔ اب نماز پڑھتا ہے۔ تہجد پڑھتا ہے۔ اسے مَیں کس بات پر عاق کروں۔ (ایک طرف مخالفت تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، دھمکی تھی کہ عاق کریں گے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اثر تھا کہ جب سے احمدی ہوا ہے اس کی کایا پلٹ گئی ہے)۔ وہ کہتے ہیں لیکن پھر بھی دنیاوی باتوں کو مدّ نظر رکھ کر مجھے کہا کرتے تھے کہ مرزائیت چھوڑ دو۔ مَیں یہی کہا کرتا کہ مجھے سمجھا دو۔ چنانچہ اس اثناء میں کئی دفعہ مولوی محمد حسین صاحب سے تبادلہ خیالات ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب ہمارے مقروض تھے۔ والد صاحب تقاضا کے لئے مجھے بھیجا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک دفعہ مولوی صاحب نے ایک اشتہار شائع کروایا جس میں خونی مہدی کا انکار تھا اور لکھا تھا کہ وضعی حدیثیں ہیں۔ یعنی خود بنائی ہوئی حدیثیں ہیں۔ ان کی کوئی صحت نہیں ہے۔ حضرت صاحب کو بھی یہ اشتہار پہنچ گیا۔ یہ اشتہار دیکھ کر حضرت صاحب نے ایک استفتاء تیار کیا اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑگاؤں والے کو مولوی کے پاس بھیجا۔ وہ علماء کے پاس فتویٰ لینے کے لئے گئے۔ بعض علماء نے فتوے دیئے، بعض نے انکار کیا۔ ڈاکٹر صاحب حضرت صاحب کو سنایا کرتے تھے۔ (جب مولوی محمد حسین کا یہ اشتہار پہنچا تو اس پر دوسروں سے، غیروں سے فتوے لینے کے لئے بھیجا کہ تم کیا کہتے ہو۔ کچھ نے تو اس کے خلاف فتویٰ دے دیا، کچھ نے اپنا پلّو بچایا)۔ بہر حال کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب جن کو مولویوں کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ حضرت صاحب کو سنایا کرتے تھے کہ مَیں بعض اوقات انگور یا دیگر پھل مولویوں کے پاس پیش کر دیتا تھا اور وہ حسبِ منشاء فتویٰ لگا دیا کرتے تھے۔ جا کے مولوی صاحب کو تحفہ دیا، کچھ پھل پیش کیا تو جیسا فتویٰ چاہو اُن سے لے لو۔ آج بھی ویسے یہ حال ہے لیکن آجکل ریٹس (Rates) زیادہ high ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں حالانکہ پہلے انکار کر چکے ہوتے تھے پھر بھی کچھ نہ کچھ لے کے فتویٰ دے دیتے تھے۔ حضرت صاحب یہ باتیں سن کے شملہ منہ کے آگے رکھ کر (پگڑی کا کپڑا منہ کے آگے رکھ کے) مسکرایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں مجھے اس رسالے کا علم تھا جو مولوی محمد حسین صاحب نے شائع کیا تھا کہ اس میں مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ جب مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوتا تھا تو مَیں یہ ذکر کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے کہا کہ آپ کا عقیدہ مہدی کے متعلق تو یہ ہے جو آپ نے شائع کیا ہے۔ خونی مہدی نہیں آئے گا اور اس کے متعلق جو حدیثیں ہیں وہ ضعیف ہیں، کمزور ہیں، ظنی ہیں اور لوگوں کو آپ یہ کہتے ہیں کہ مہدی آئے گا۔ آپ دو طرف کیوں بیان دے رہے ہیں۔ ان کو اپنا اصلی عقیدہ کیوں نہیں بتاتے۔ لیکن وہ میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتا تھا اور ہر دفعہ یہی کہتا تھا کہ جاؤ مرزائی ہو جاؤ۔ تمہیں اس سے کیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 29 تا 31 روایت حضرت شیخ عبدالرشید صاحبؓ)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد شیخ مسیتا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد مبارک میں ہی تشریف فرما ہوئے تو ایک نئے دوست نے عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب آئے اور رات کو کوٹھے پر کھڑا کر کے غیر احمدیوں نے بقیہ صفحہ 4 پر

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشہور دعا رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ جو کس شان سے اور کتنے رنگوں میں پوری ہوئی۔ اس کے متعلق یہ نظم ہے۔

اک برگد کی چھاؤں کے نیچے
اک مسافر پڑا تھا غم سے چور
کیسے کچھ عرض مدعا کرتا
اپنی حاجات کا بھی تھا نہ شعور
دل سے بس ایک ہی دعا اُٹھی
میں اسی کا فقیر ہوں آقا
تُو جو میرے لئے بھلا سمجھے
مجھے اے کاش! ہر کوئی تیرا
اور فقط تیرا ہی گدا سمجھے
یہی سینے سے التجا اُٹھی
میری جھولی میں کچھ نہیں مولا
پیٹ خالی ہے، ہاتھ خالی ہے
زندگی کا سفر نبھانے کو
میں اکیلا ہوں، ساتھ خالی ہے
دل تنہا سے یہ صدا اُٹھی
بے ٹھکانہ ہوں، گھر نہیں اپنا
سر پہ چھت ہے، نہ بام و در اپنا
گاؤں کی چمنیوں سے اُٹھتا ہے
گو دھواں، وہ مگر نہیں اپنا
دل سے یہ شعلہ سا نوا اُٹھی
مصر جانے کو جی مچلتا ہے
پر اکیلا ہوں خوف کھاؤں گا
دست و بازو کوئی عطا کر دے
لوٹ کر تب وطن کو جاؤں گا
دل سے یہ مضطرب دعا اُٹھی

(کلام طاہر ایڈیشن 2004ء صفحہ 99 - 100)

اداریہ

کتاب، تعلیم کی تیاری

قسط 09

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟
2۔نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟
3۔ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

یقیناً یاد رکھو کہ خدا ہے اور مر کر اس کے حضور ہی جانا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سال آئندہ کے انہیں دنوں میں ہم میں سے یہاں کون ہوگا اور کون آگے چلا جائے گا۔ جبکہ یہ حالت ہے اور یہ یقینی امر ہے پھر کس قدر بدقسمتی ہوگی۔ اگر اپنی زندگی میں قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے اس اصل مقصد کے لیے سعی نہ کریں۔ اسلام تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہوں گے وہ لوگ جو اس اشاعت میں حصہ لیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو اُس نے تمہیں موقعہ دیا ہے۔ یہ زندگی جس پر فخر کیا جاتا ہے ہیچ ہے اور ہمیشہ کی خوشی کی وہی زندگی ہے جو مرنے کے بعد عطا ہوگی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ اسی دنیا اور اسی زندگی سے شروع ہو جاتی ہے اور اس کی تیاری بھی یہاں ہی ہوتی ہے۔

عرصہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا تھا کہ ایک بہشتی مقبرہ ہوگا۔ گویا اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جنتی ہیں۔ پھر اس کے متعلق الہام ہوا۔ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ۔ اس سے کوئی نعمت اور رحمت باہر نہیں رہتی۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ایسی رحمت کے نزول کی جگہ میں دفن ہو۔ کیا عمدہ موقعہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کر لے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم کرلے۔ یہ صدی جس کے 23 سال گزرنے کو ہیں گزر جائے گی اور اس کے آخر تک موجودہ نسل میں سے کوئی نہ رہے گا اور اگر نکما ہو کر رہا تو کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا صدقہ پہلے بھیجو۔ یہ لفظ صدقہ کا صدق سے لیا گیا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کامل نمونہ اپنے صدق اور اخلاص کا نہیں دکھاتا، لاف زنی سے کچھ بن نہیں سکتا۔

الوصیۃ اشتہار میں جو میں نے حصہ جائیداد کی اشاعت اسلام کے لیے وصیت کرنے کی قید لگائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کل بعض نے 1/6 کی کر دی ہے۔ یہ صدق ہے جو ان سے کراتا ہے اور جب تک صدق ظاہر نہ ہو کوئی مومن نہیں کہلا سکتا۔

تم اس بات کو کبھی مت بھولو کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر جی ہی نہیں سکتے چہ جائیکہ موت سر پر ہو۔ طاعون کا موسم پھر آ رہا ہے۔ زلزلہ کا خوف الگ دامنگیر ہے۔ وہ تو بڑا ہی بے وقوف ہے جو اپنے آپ کو امن میں سمجھتا ہے امن میں تو وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار اور اس کی رضا کا جویاں ہے۔ ایسی حالت میں بے بنیاد زندگی کے ساتھ دل لگانا کیا فائدہ؟ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 323-325۔ ایڈیشن 1984ء)

اسلام کا خدا وہ خدا ہے کہ ہر ایک جنگل میں رہنے والا فطرتاً مجبور ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ ہر ایک شخص کا کانشنس اور نورِ قلب گواہی دیتا ہے کہ وہ اسلامی خدا پر ایمان لائے۔ اس حقیقت اسلام کو اور اصل تعلیم کو جس کی تفصیل کی گئی، آجکل کے مسلمان بُھول گئے ہیں اور اسی بات کو پھر قائم کر دینا ہمارا کام ہے اور یہی ایک عظیم الشان مقصد ہے جس کو لے کر ہم آئے ہیں۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 362۔ ایڈیشن 1984ء)

نفس کے ہم پر حقوق

وہ شخص بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جس کا دل پاک ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اظہار کا خواہاں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے دوسروں پر مقدم کر لیتا ہے۔ جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں۔ ان کا اور ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے ہے۔ وہ ہمارے اور ان کے دلوں کو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کس کا دل دنیا کے نمود اور نمائش کے لیے ہے اور کون ہے جو خدا تعالیٰ ہی کے لیے اپنے دل میں سوز و گداز رکھتا ہے۔

یہ خوب یاد رکھو کہ کبھی روحانیت صعود نہیں کرتی جب تک پاک دل نہ ہو۔ جب دل میں پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے تو اس میں ترقی کے لیے ایک خاص طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور وہ ترقی کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو دیکھو کہ بالکل اکیلے تھے اور اس بیکسی کی حالت میں دعویٰ کرتے ہیں۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔(الاعراف:159) کون اس وقت خیال کر سکتا تھا کہ یہ دعویٰ ایسے بے یار و مددگار شخص کا بار آور ہوگا۔ پھر ساتھ ہی اس قدر مشکلات آپ کو پیش آئیں کہ ہمیں تو ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں آئیں۔

مصائب

وہ زمانہ تو ایسا زمانہ تھا کہ سکھا شاہی سے بھی بدتر تھا۔ اب تو گورنمنٹ کی طرف سے پورا امن اور آزادی ہے۔ اس وقت ایک چالاک آدمی ہر قسم کی منصوبہ بازی سے جو کچھ بھی چاہتا دکھ پہنچاتا۔ مگر مکہ جیسی جگہ میں اور عربوں جیسی وحشیانہ زندگی رکھنے والی قوم میں آپ نے وہ ترقی کی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ خود ان کی مذہبی تعلیم اور عقائد کے خلاف انہیں سنایا کہ یہ لَاتؔ اور عُزّٰی جن کو تم اپنا معبود قرار دیتے ہو یہ سب پلید اور حَصَبُ جَھَنَّمَ ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی بات عربوں کی ضدی قوم کو جوش دلانے والی ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں عربوں میں آنحضرت ﷺ نے نشو و نما پایا اور ترقی کی۔ انہیں میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے بھی نکل آئے۔ اس سے ہمیں امید ہوتی ہے کہ انہیں مخالفوں سے وہ لوگ بھی نکلیں گے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کو پورا کرنے والے اور پاک دل ہوں گے اور یہ جماعت جو اس وقت تک تیار ہوئی ہے آخر انہیں میں سے آئی ہے۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 157-158۔ ایڈیشن 1984ء)

اسلام نے اپنی تعلیم کے دو حصے کئے ہیں۔ اول حقوق اللہ، دوم حقوق العباد۔ حق اللہ یہ ہے کہ اس کو واجب الاطاعت سمجھے اور حقوق العباد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی کریں۔ یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفت مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں۔ ہمدردی اور سلوک الگ چیز ہے اور مخالفت مذہب دوسری شے۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو جہاد کی غلطی اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں انہوں نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ کفار کا مال ناجائز طور پر لینا بھی درست ہے خود میری نسبت بھی ان لوگوں نے فتویٰ دیا کہ ان کا مال لوٹ لو بلکہ یہانتک بھی کہ ان کی بیویاں نکال لو؛ حالانکہ اسلام میں اس قسم کی ناپاک تعلیمیں نہ تھیں۔ وہ تو ایک صاف اور مصفّٰی مذہب تھا۔ اسلام کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جیسے باپ اپنے حقوقِ ابوّت کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو۔ وہ نہیں چاہتا کہ ایک دوسرے کو مارے۔ اسلام بھی جہاں یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ہو، وہاں اس کا یہ بھی منشا ہے کہ نوع انسان میں مودّت اور وحدت ہو۔

نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہانتک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں۔ وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے۔

یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے۔ پھر اسی وحدت کے لیے حکم ہے کہ روزانہ نمازیں محلہ کی مسجد میں اور ہفتہ کے بعد شہر کی مسجد میں اور پھر سال کے بعد عیدگاہ میں جمع ہوں اور کل زمین کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ میں اکٹھے ہوں۔ ان تمام احکام کی غرض وہی وحدت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حقوق کے دو ہی حصے رکھے ہیں۔ ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ اس پر بہت کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔(البقرۃ:201) یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح پر تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس جگہ دو رمز ہیں۔ ایک تو ذکر اللہ کو ذکر آباء سے مشابہت دی ہے اس میں یہ سِرّ ہے کہ آباء کی محبت ذاتی اور فطری محبت ہوتی ہے۔ دیکھو بچہ کو جب ماں مارتی ہے وہ اس وقت بھی ماں ماں ہی پکارتا ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی تعلیم دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے فطری محبت کا تعلق پیدا کرے۔ اس محبت کے بعد اطاعت امر اللہ کی خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ اصلی مقام معرفت کا ہے جہاں انسان کو پہنچنا چاہیے۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے فطری اور ذاتی محبت پیدا ہو جاوے۔ ایک اور مقام پر یوں فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91) اس آیت میں ان تین مدارج کا ذکر کیا ہے جو انسان کو حاصل کرنے چاہئیں۔ پہلا مرتبہ عدل کا ہے اور عدل یہ ہے کہ انسان کسی سے کوئی نیکی کرے بشرطِ معاوضہ۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایسی نیکی کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عدل کرو اور اگر اس پر ترقی کرو تو پھر وہ احسان کا درجہ ہے یعنی بلا عوض سلوک کرو۔ لیکن یہ امر کہ جو بدی کرتا ہے اس سے نیکی

کی جاوے؛ کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے دوسری پھیر دی جاوے۔ یہ صحیح نہیں۔ یا یہ کہو کہ عام طور پر یہ تعلیم عملدرآمد میں نہیں آ سکتی؛ چنانچہ سعدی کہتا ہے ؎

نکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن برائے نیک مرداں

اس لیے اسلام میں انتقامی حدود میں جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور وہ یہ ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ الآیۃ۔ (الشوریٰ:41) یعنی بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے اور جو معاف کر دے مگر ایسے محل اور مقام پر کہ وہ عفو اصلاح کا موجب ہو، اسلام نے عفو خطا کی تعلیم دی، لیکن یہ نہیں کہ اس سے شر بڑھے۔

غرض عدل کے بعد دوسرا درجہ احسان کا ہے یعنی بغیر کسی معاوضہ کے سلوک کیا جاوے لیکن اس سلوک میں بھی ایک قسم کی خود غرضی ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی وقت انسان اس احسان یا نیکی کو جتا دیتا ہے اس لیے اس سے بھی بڑھ کر ایک تعلیم دی اور وہ ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے۔ ماں جو اپنے بچہ کی ساتھ سلوک کرتی ہے وہ اس سے کسی معاوضہ اور انعام و اکرام کی خواہشمند نہیں ہوتی۔ وہ اس کے ساتھ جو نیکی کرتی ہے محض طبعی محبت سے کرتی ہے۔ اگر بادشاہ اس کو حکم دے کہ تو اس کو دودھ مت دے اور اگر یہ تیری غفلت سے مر بھی جاوے تو تجھے کوئی سزا نہیں دی جاوے گی بلکہ انعام دیا جاوے گا۔ اس صورت میں وہ بادشاہ کا حکم ماننے کو تیار نہ ہوگی بلکہ اس کو گالیاں دے گی کہ یہ میری اولاد کا دشمن ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ذاتی محبت سے کر رہی ہے، اس کی کوئی غرض درمیان نہیں۔ یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو اسلام پیش کرتا ہے اور یہ آیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے۔ حقوق اللہ کے پہلو کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری پرورش کرتا ہے۔ اور جو اطاعت الٰہی میں اس مقام سے ترقی کرے تو احسان کی پابندی سے اطاعت کر کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسانات کو کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ اور چونکہ محسن کے شمائل اور خصائل کو مدنظر رکھنے سے اس کے احسان تازہ رہتے ہیں، اس لیے احسان کا مفہوم آنحضرت ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ ایسے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ اس مقام تک انسان میں ایک حجاب رہتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جو تیسرا درجہ ہے ایتاء ذی القربیٰ کا یعنی اللہ تعالیٰ سے اسے ذاتی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور حقوق العباد کے پہلو سے مَیں اس کے معنے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی مَیں نے بیان کیا ہے کہ یہ تعلیم جو قرآن شریف نے دی ہے کسی اور کتاب نے نہیں دی اور ایسی کامل ہے کہ کوئی نظیر اس کی پیش نہیں کر سکتا۔ یعنی جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا الآیۃ۔ (الشوریٰ:41) اس میں عفو کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ اس میں اصلاح ہو۔ یہودیوں کے مذہب نے تو یہ کہا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ان میں انتقامی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی اور یہانتک یہ عادت ان میں پختہ ہوگئی تھی کہ اگر باپ نے بدلہ نہیں لیا تو بیٹے اور اس کے پوتے تک کے فرائض میں یہ امر ہوتا تھا کہ وہ بدلہ لے۔ اس وجہ سے ان میں کینہ توزی کی عادت بڑھ گئی تھی اور وہ بہت سنگ دل اور بے درد ہو چکے تھے۔ عیسائیوں نے اس تعلیم کے مقابل یہ تعلیم دی کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو۔ ایک کوس بیگار لے جاوے تو دو کوس چلے جاؤ وغیرہ۔ اس تعلیم میں جو نقص ہے وہ ظاہر ہے۔ کہ اس پر عملدرآمد ہی نہیں ہوسکتا۔ اور عیسائی گورنمنٹوں نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ تعلیم ناقص ہے کیا یہ کسی عیسائی کی جرأت ہوسکتی ہے کہ کوئی خبیث طمانچہ مار کر دانت نکال دے تو وہ دوسری گال پھیر دے کہ ہاں اب دوسرا دانت بھی نکال دو۔ وہ خبیث تو اور بھی دلیر ہو جائے گا اور اسی سے امن عامہ میں خلل واقع ہوگا۔ پھر کیونکر ہم تسلیم کریں کہ یہ تعلیم عمدہ ہے یا خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوسکتی ہے۔ اگر اس پر عمل ہو تو کسی ملک کا بھی انتظام نہ ہو سکے۔ ایک ملک ایک دشمن چھین لے تو دوسرا خود حوالہ کرنا پڑے۔ ایک افسر گرفتار ہو جاوے تو دس اور دیئے جاویں۔ یہ نقص ہیں جو ان تعلیموں میں ہیں اور یہ صحیح نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ احکام بطور قانون مختص الزمان تھے۔ جب وہ زمانہ گزر گیا تو دوسرے لوگوں کے حسبِ حال وہ تعلیم نہ رہی۔ یہودیوں کا وہ زمانہ تھا کہ وہ چار سو برس تک غلامی میں رہے۔ اور اس غلامی کی زندگی کی وجہ سے ان میں قساوت قلبی بڑھ گئی اور وہ کینہ کش ہو گئے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس بادشاہ کے زمانہ میں کوئی ہوتا ہے اس کے اخلاق بھی اسی قسم کے ہو جاتے ہیں۔ سکھوں کے زمانہ میں اکثر لوگ ڈاکو ہو گئے تھے۔ انگریزوں کے زمانہ میں تہذیب اور تعلیم پھیلتی جاتی ہے اور ہر شخص اس طرف کوشش کر رہا ہے۔ غرض بنی اسرائیل نے فرعون کی ماتحتی کی تھی، اسی وجہ سے ان میں ظلم بڑھ گیا تھا۔ اس لئے توریت کے زمانہ میں عدل کی ضرورت مقدم تھی، کیونکہ وہ لوگ اس سے بے خبر تھے اور جابرانہ عادت رکھتے تھے اور انہوں نے یقین کرلیا تھا کہ دانت کے بدلے دانت کا توڑنا ضروری ہے اور یہ ہمارا فرض ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھایا کہ عدل تک ہی بات نہیں رہتی بلکہ احسان بھی ضروری ہے۔ اس سبب سے مسیحؑ کے ذریعہ انہیں یہ تعلیم دی گئی کہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری پھیر دو۔ اور جب اسی پر سارا زور دیا گیا تو آخر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اس تعلیم کو اصل نقطہ پر پہنچا دیا اور وہ یہی تعلیم تھی کہ بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور اجر ہے۔ عفو کی تعلیم دی ہے مگر ساتھ قید لگائی کہ اصلاح ہو۔ بے محل عفو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس اس مقام پر غور کرنا چاہیے کہ جب توقع اصلاح کی ہو تو عفو ہی کرنا چاہیے۔ جیسے دو خدمتگار ہوں، ایک بڑا شریف الاصل اور فرمانبردار اور خیرخواہ ہو لیکن اتفاقاً اس سے کوئی غلطی ہو جاوے۔ اس موقعہ پر اس کو معاف کرنا ہی مناسب ہے۔ اگر سزا دی جاوے تو ٹھیک نہیں، لیکن ایک بدمعاش اور شریر ہے، ہر روز نقصان کرتا ہے اور شرارتوں سے باز نہیں آتا۔ اگر اسے چھوڑ دیا جاوے تو وہ اور بھی بیباک ہو جائے گا۔ اس کو سزا ہی دینی چاہیے۔ غرض اس طرح پر محل اور موقع شناسی سے کام لو۔ یہ تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے اور جو کامل تعلیم ہے۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 247-252 ۔ ایڈیشن 1984ء)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو آج کل کے نو تعلیم یافتہ پیش کرتے ہیں کہ ملاقات وغیرہ میں زبان سے چاپلوسی اور مداہنہ سے پیش آتے ہیں اور دلوں میں نفاق اور کینہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ اخلاق قرآن شریف کے خلاف ہیں۔ دوسری قسم اخلاق کی یہ ہے کہ سچی ہمدردی کرے۔ دل میں نفاق نہ ہو اور چاپلوسی اور مداہنہ وغیرہ سے کام نہ لے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل: 91) تو یہ کامل طریق ہے اور ہر ایک کامل طریق اور ہدایت خدا کے کلام میں موجود ہے جو اس سے روگردانی کرتے ہیں وہ اور جگہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ اچھی تعلیم اپنی اثر اندازی کے لئے دل کی پاکیزگی چاہتی ہے جو لوگ اس سے دور ہیں اگر عمیق نظر سے اُن کو دیکھو گے تو اُن میں ضرور گند نظر آئے گا۔ زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ نماز، صدق وصفا میں ترقی کرو۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 330۔ ایڈیشن 2016ء)

(اس مائدہ کی تیاری میں مکرم محمد اظہر منگلا اور مکرم عبدالمجیب جامعہ احمدیہ گھانا نے تعاون فرمایا ہے ۔ فجزاھم اللہ خیراً)

(ابو سعید)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

اُن سے وعظ کرایا۔ ہم بھی گئے تو اُس مولوی نے لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ والی حدیث پڑھ کر اُس میں لوگوں کو خوب جوش دلایا اور بار بار کہا دیکھو لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور مرزا صاحب قادیان والے کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں اور رسول ہوں۔ پھر پنجابی میں کہنے لگا ’’دَسّو اِسی کی کریئے‘‘ تو کہتے ہیں کس طرح مرزا صاحب کو نبی رسول مان لیں؟ کہتے ہیں مَیں کھڑا ہوگیا اور اُس سے کہا مولوی صاحب! آپ یہ بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے بارے میں بھی یہ فرمایا ہے کہ اس کے بعد کوئی مسجد نہیں ہوگی۔ اس کے کیا معنیٰ کریں گے۔ جو معنی آپ اس مسجد والی حدیث کے کریں گے وہی معنی ہم لَا نَبِیَّ والی حدیث کے کریں گے اور آپ کو یہ بتلا دیں گے کہ جو نبی آپ کی لائی ہوئی شریعت کو منسوخ کرے گا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو منسوخ کرے گا، وہ نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تو آخری شریعت ہے۔ اس لئے اس کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ خیر وہ مولوی صاحب کہتے ہیں اس بات پر بھونچکا سا ہوگیا اور گالیاں دینے لگ گیا۔ جب جواب نہ ہو تو یہی ہوتا ہے۔ پھر مَیں نے کہا مولوی صاحب! آپ کی گالیوں کا جواب ہم نہیں دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دوست کی یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور بڑے مسکرائے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 90-91 روایت حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

آجکل بھی زیادہ تر یہی ایشو اٹھایا جا رہا ہے۔ لوگوں کے دماغوں کو جو زہریلا کیا جاتا ہے تو اسی بات سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کوئی نبی نہیں آ سکتا اور یہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ احمدیوں کے خلاف پاکستان میں اصل جو مخالفت ہے وہ اسی ایشو کو لے کر اب زیادہ بھڑکائی جا رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ 16/ مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

الف ورک

جماعت احمدیہ پر ایک اعتراض کا جواب

جماعت احمدیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہےکہ یہ انگریزوں کی بنائی ہوئی جماعت ہے یہ انگریز کی ایجنٹ ہے خود کاشتہ پودہ اور اسرائیلی فوج میں 600 احمدیوں کی موجودگی والے الزام کے پیچھے بھی دراصل یہی منفی سوچ ہے کہ یہ جماعت انگریزوں نے مسلمانوں کو مذہبی اور قومی طور پر تباہ کرنے کیلئے بنائی تھی۔

جواب اول۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ کیا انگریزوں نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو اپنا ایجنٹ بنانا تھا کہ جنہوں نے انگریزوں کے خدا نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کو ہی مار دیا یعنی فوت شدہ قرار دے دیا اور جنکی زندگی اور تحریروں کا بیشتر حصہ انگریزوں کے بنیادی عقائد کفارہ اور تثلیث کو پارہ پارہ کرنے میں صرف ہوا یقینا یقینا ایسا انسان انگریزوں کا لگایا ہوا پودا یا ایجنٹ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی انگریز ایسا بیوقوف ہے کہ اپنی موت کو اپنے لئے زندگی سمجھتا پھرے۔

جواب دوم۔

اس اعتراض کا ایک دوسرا جواب بھی ہے جس سے اس اعتراض کی جڑ ہی ختم ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ انگریز کے ایجنٹ ہوتے تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپؑ کے خاندان کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا جاتا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں نے حضورؑ کے خاندان کی آبائی جائیداد ضبط کرلی اور حضورؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضی ساری زندگی انگریزی عدالتوں میں اس آبائی جائیداد کے حصول کیلئے انگریز حکومت کے خلاف مقدمات کرتے رہے اور اس مطلوب جائیداد سے کئی گنا زیادہ رقم مقدمات پر خرچ کرنے کے باوجود وہ جائیداد واپس نہ ملی سوائے قادیان کے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو خود من گھڑت مقدمات میں عدالتوں کا سامنا کرنا پڑا اور انصاف کے حصول کیلئے مشکلات کا سامنا رہا اور ایک مقدمہ تو کرایا ہی انگریز نے تھا جو مقدمہ اقدام قتل از مارٹن کلاک کے نام سے جانا جاتا ہے اگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ انگریز کے ایجنٹ ہوتے تو انہیں خاندانی جائیداد بھی مکمل واپس ملنی چاہیے تھی اور ذاتی مقدمات میں عدالتوں سے غیر معمولی حمایت ملنی چاہیے تھی جبکہ بالکل اسکے برعکس ہوا۔ اس پہلو کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے تھوڑا سا تاریخی سفر طے کرنا ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان جب 1530 عیسوی میں سمرقند سے ہندوستان آیا تو انہیں ہندوستان کی چغتائی سلطنت کی طرف سے کئی سو دیہات بطور جاگیر کے ملے حضرت مسیح موعودؑ کے پردادا مرزا گل محمد کے دور میں ہندوستان کی چغتائی سلطنت زوال کا شکار ہورہی تھی اور سکھ پنجاب میں ہر طرف حملہ آور تھے سکھوں کے حملوں و طوائف الملوکی کے دور میں حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے پاس کئی سو میں سے صرف 85 گاؤں کی ملکیت رہ گئی۔ مرزا گل محمد صاحب کی 1800 عیسوی میں وفات ہوگئی انکے بعد انکے بیٹے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دادا حضرت مرزا عطا محمد گدی نشیں ہوئے انکے دور میں قریبًا 1802 میں سکھوں کے رام گڑھیہ مسل کے سرگروہ جسّا سنگھ اور اسکے متبعین نے قادیان سمیت 85 گاؤں پر قبضہ کرلیا اور آپ کے خاندان کو جلاوطن کر دیا یہ قریبا 1802 یا 1803 عیسوی کی بات ہے جلاوطنی کے بعد آپؑ کے خاندان کو اہلووالیہ مثل کے سردار فتح سنگھ نے پناہ دی اور مرزا عطا محمد صاحب اہلووالیہ مثل کے علاقہ ریاست کپورتھلہ کے بیگووال کے علاقہ میں رہے آپؑ کے دادا 12 سال بعد دشمنوں کے زہر دینے کی وجہ سے انتقال کر گئے انکے انتقال کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضی نے واپس اپنی غضب شدہ آبائی جائیداد کے حصول کیلئے کوششیں تیز کرلیں اور اس مقصد کیلئے آپ نے پورے ہندوستان کا پیادہ پا سفر کیا اور راجوں مہاراجوں کے پاس گئے اور اپنا مؤقف پیش کیا اور جب رنجیت سنگھ نے 1816 میں رام گڑھیہ اور دوسری مثلوں کو شکست دیکر قادیان سمیت پورے پنجاب پر قبضہ کرلیا تو آپ اپنی آبائی جائیداد کے حصول کیلئے رنجیت سنگھ کے دربار میں بھی گئے چنانچہ آپ کی ان کوششوں کے نتیجہ میں 1834ء یا 1835 عیسوی میں رنجیت سنگھ نے آپکو آپکی آبائی جائیداد میں سے قادیان سمیت 5 گاؤں واپس کر دیے جو اگرچہ اصل جائیداد کا کچھ بھی نہ تھے چنانچہ جب تک سکھ سلطنت قائم رہی آپ نے بقیہ جائیداد کے حصول کی کوششیں جاری رکھیں اور جب 1848ء یا 1849ء میں انگریزوں نے پنجاب پر مکمل قبضہ کرلیا تو انگریزوں نے آپؑ کے خاندان کو ملے یہ 5 گاؤں بھی چھین لئے کیونکہ آپکے خاندان نے رنجیت سنگھ کی حکومت کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف لڑائیاں کیں۔ اب یہاں سے مضمون کا اصل مدعا شروع ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ انگریزوں کے ایجنٹ تھے تو آپکے خاندان کو نوازنے کی بجائے آپکے خاندان کی بچی کھچی جائیداد بھی ضبط کیوں کی اور آپکے والد کی زندگی میں نہ ہی آپؑ کی زندگی میں آپکو آپکے خاندان کی آبائی جائیداد واپس کی گئی۔ چنانچہ واقعہ یوں ہے کہ جب رنجیت سنگھ نے آپکے خاندان کو قادیان سمیت 5 گاؤں واپس کیے تو آپکے والد اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں ملازم ہوگئے اور پھر اپنی قابلیت پر کشمیر کے صوبہ یعنی کمشنر تک مقام حاصل کیا مہاراجہ رنجیت سنگھ 1839ء میں فوت ہوگیا اسکے بعد اسکے جانشین اس کی حکومت کو نہ سنبھال سکے اور سکھ حکومت کا شیرازہ بکھرنے لگا چنانچہ اس طوائف الملوکی کے دور میں حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے پاس دو بہترین موقع تھے ایک یہ کہ آپ اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی الگ ریاست کا اعلان کرلیتے اور دوسرا یہ کہ جس طرح باقی سکھ سردار رنجیت سنگھ کی حکومت سے بے وفائی کرتے ہوئے انگریزوں کا ساتھ دیکر انگریزوں سے بطور انعام بڑی زمینیں یا ریاستیں حاصل کررہے تھے آپؑ کا خاندان بھی انگریزوں کا ساتھ دیکر اپنے لئے بطور انعام بڑے علاقے کی جاگیر حاصل کرسکتا تھا لیکن آپکے خاندان نے اسلامی تعلیمات کے مطابق سکھ حکومت وقت کا ساتھ دیا اور رنجیت سنگھ کی حکومت کی طرف سے انگریزوں کے ساتھ لڑائیاں کیں کشمیر کی سرحد و دیگر مقامات پر فوجی خدمات مہیا کیں 1841ء میں آپؑ کے والد جرنل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کلّو کیطرف بھیجے گئے اور 1843 میں وہ ایک پیادہ فوج کے کمیدان بنا کر پشاور بھیجے گئے اور مفسدہ ہزارہ میں انہوں نے اپنی نمایاں خدمات کا ثبوت دیا۔ اور جب 1848ء یا 1849 میں رنجیت سنگھ کی حکومت نے باقائدہ طور پر کچھ مراعات لیکر پنجاب کو باضابطہ طور پر انگریزوں کے حوالے کر دیا تو جن سکھ یا مسلمان سرداروں نے رنجیت سنگھ کی حکومت کو ختم کرنے میں انگریزوں کا ساتھ دیا انکی جائیدادیں بھی باقی رہیں اور انکو مزید بھی نوازا گیا جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے رنجیت سنگھ کیطرف سے انگریزوں کیخلاف لڑنے کیوجہ سے بطور سزا رہی سہی 5 گاؤں کی جائیداد بھی چھین لی گئی اور حضرت مسیح موعودؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضی نے ساری زندگی انگریز عدالتوں میں انگریز حکومت کے خلاف اپنی آبائی جائیداد کے حصول کے لئے مقدمات کیے اور آبائی جائیداد سے کئی گنا زیادہ رقم مقدمات پر خرچ کرنے کے باوجود انگریزوں نے وہ جائیداد آپکے والد کو واپس نہ کی ایک روایت میں ستر ہزار اور ایک روایت میں ایک لاکھ روپیہ اس زمانے میں حضرت مرزا غلام مرتضی نے مقدمات پر خرچ کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں «ہمارے خاندان نے بھی ہمیشہ انکے خاندان (یعنی رنجیت سنگھ) سے وفاداری کی جب انگریزوں سے لڑائیاں ہوئیں تو بعض بڑے بڑے سکھ سرداروں نے روپے لے لے کر علاقے انگریزوں کے حوالے کر دیے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں انکی جاگیریں موجود ہیں ۔۔۔کیا وجہ ہے کہ سکھ زمینداروں کی جاگیریں تو قائم رہیں مگر ہماری چھین لی گئی اسی غصہ میں انگریزوں نے ہماری جائیداد چھین لی تھی کہ ہمارے دادا صاحب نے سکھوں کے خلاف انکا ساتھ نہ دیا۔۔۔ بعد میں جو کچھ ملا مقدمات سے ملا۔ مگر کیا ملا۔ قادیان کی کچھ زمین دے دی گئی باقی بھینی ننگل اور کھارا کا مالکان اعلی قرار دے دیا گیا مگر یہ ملکیت اعلی سوائے کاغذ چاٹنے کے کیا ہے؟۔۔۔۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب ملتان کے صوبہ نے بغاوت کی تو ہمارے تایا صاحب نے ٹوانوں کے ساتھ مل کر اسے فرو کیا تھا۔۔۔۔۔۔ پس جہاں تک شرافت کا سوال ہے ہمارے خاندان نے سکھ حکومت کے ساتھ نہایت دیانتداری کا برتاؤ کیا اور اسکی سزا کے طور پر انگریزوں نے ہماری جائیداد ضبط کرلی» (خطبہ جمعہ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول ص 42-43) خاکسار نے جو اوپر مضمون تحریر کیا ہے انکے حوالہ جات حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سیرۃ المہدی تاریخ احمدیت اور سر لیپل گریفن کی کتاب تزکرہ رؤسائے پنجاب میں موجود ہیں حاصل نتیجہ یہ ہے کہ نہ حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان انگریزوں کا ایجنٹ تھا اور نہ حضورؑ خود۔ اگر ہوتے تو آپؑ کو انگریزوں کیطرف سے ساری جاگیر بھی ملتی اور اسکے علاوہ بھی طرح طرح کے انعامات ملتے۔ پس نہ حضورؑ کا خاندان اور نہ حضورؑ خود انگریزوں کے ایجنٹ ثابت ہوئے لیکن ہاں حضرت مسیح موعودؑ کا شدید مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی ضرور انگریز کا ایجنٹ تھا کہ جس نے انگریزوں سے 4 مربع اراضی بطور انعام لیکر 14 اکتوبر 1898 کو وکٹوریہ پریس لاہور سے ایک رسالہ انگریزی زبان میں شائع کیا جس میں انگریزوں کو خوش کرنے کیلئے امام مہدی کے ظہور سے انکار کیا اور اس سے متعلقہ تمام احادیث کو غلط قرار دیا۔ اور شیخ الکل مولوی نزیر حسین دہلوی کو انگریزی حکومت کی جانب سے وفاداری پر 22 جون 1897ء روز سہ شنبہ کو شمس العلماء کا خطاب ملا (الحیاۃ بعد المماۃ از مولانا فضل حسین بہاری ص 102)۔ یا پھر احراری انگریزوں کے ایجنٹ ہوسکتے ہیں جو پاکستان بننے کے مخالف تھے اور پاکستان کو پلیدستان اور قائد اعظم کو کافر اعظم کہا کرتے تھے۔

اس مضمون کو بیان کرنے کے بعد خاکسار ایک سوال حل کرنا چاہے گا جو ممکن ہے بعض کے ذہن میں آیا ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انگریزی حکومت کی امن وامان کے لحاظ سے تعریف کی ہے اور سکھوں کے مسمانوں پر مظالم کا ذکر کیا ہے تو اگر رنجیت سنگھ کی حکومت ظالم حکومت تھی تو حضورؑ کے خاندان نے اسکا ساتھ کیوں دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہوچکی تھی اور خصوصًا پنجاب میں سکھ قوم کا دور دورہ شروع ہوچکا تھا اس زمانے میں سکھوں کی پنجاب میں 12 مثلیں یعنی 12 ریاستیں یا گروہ تھے ان بارہ مثلوں کا کوئی واحد لیڈر نہ تھا اور نہ ہی کوئی نظم ونسق تھا اس لئے ہر مثل مار دھاڑ کرکے اپنی ریاست وسیع کرنے کی کوشش میں تھی اس وجہ سے اس زمانہ میں پنجاب میں ایک مستقل سلسلہ کشت وخون کا جاری ہوگیا حتی کہ وہ وقت آیا کہ جب رنجیت سنگھ جو سکر چکیہ مثل کا سردار تھا نے سب کو زیر کر کے پنجاب میں واحد مرکزی سکھ حکومت قائم کی اور یہ کشت وخون کا سلسلہ کچھ تھما حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان نے رنجیت سنگھ کی حکومت کا ساتھ دیا جو امن قائم کرنے والی تھی نہ کہ ان ظلم وستم کرنے والے دیگر سکھ گروہوں کا۔ اگرچہ کہ رنجیت سنگھ کے متعلق بھی دونوں آراء پائی جاتی ہیں زیادہ تر مؤرخین رنجیت سنگھ کو سیکولر قسم کا انسان ٹھہراتے ہیں مثلًا فقیر سید وحید الدین نے اپنی کتاب ’’اصلی رنجیت سنگھ‘‘ میں اسے ایک سیکولر حکمران قرار دیا ہے کیونکہ اسکے دربار میں مسلمان وزراء بھی تھے اور کچھ آراء مثلا ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی کی کتاب «سکھ مسلم تعلقات» میں رنجیت سنگھ کی مذہبی رواداری سے انکار کیا ہے کیونکہ اس نے آذان اور گائے کے گوشت کرنے ہر پابندی لگائی تھی پہلی رائے زیادہ وزن رکھتی ہے اور دوسری رائے کی تطبیق اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جو علاقہ مکمل اطاعت قبول نہ کرتا ہو وہاں اس نے کچھ سختیاں بھی کی ہوں اور جس علاقے نے رنجیت سنگھ کی حکومت قبول کرلی وہاں نرمی کا برتاؤ کیا ہو اور بعض دفعہ بعض سختیاں نچلے حکومتی عملے کی طرف سے بھی ہوتی ہیں جس کا حکم حاکم وقت نے نہیں دیا ہوتا لیکن وہ منسوب بالآخر حاکم کی طرف ہی ہوتی ہیں۔ نیز جب شروع شروع میں حکومتیں آتی ہیں تو ہر حکومت بغاوت کے خدشہ کو رفع کرنے کیلئے شروع میں کچھ سختیاں بھی کرتی ہے۔ رنجیت سنگھ 1839عیسوی میں وفات پا گیا اور اسکی وفات کے بعد پھر وہی حالات پیدا ہوگئے جو رنجیت سنگھ کے آنے سے پہلے تھے بعض سکھ سرداروں نے پھر وہی کشت وخوں کا سلسلہ شروع کر دیا اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمانا کہ انگریزوں نے آ کر ہمیں مذہبی آزادی اور امن دیا ہے بالکل درست ہے کیونکہ رنجیت سنگھ کی حکومت سے پہلے اور پھر اسکی وفات کے بعد پنجاب میں نہ تو مذہبی آزادی تھی اور نہ پر امن ماحول۔

محمد داود بھٹی۔ مبلغ سلسلہ یوگنڈا

دجالیتی طلسم

جدید دور کا انتہائی سحر انگیز اور دلفریب شیطانی جال جو مادی اور روحانی دنیا کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔ایسا طلسم جو دھویں کی طرح شش جہات ،اور ہر طبقہ کو اپنے جال میں مختلف اور متلون انداز میں دبوچ رہا ہے مخبر صادق حضرت رسول پاک رحمت للعالمین ﷺ نے صدیوں قبل اس کی خبر امت کے گوش گزار کر دی تھی کہ دجالی دھویں سے کوئی بچ نہ پائے گا۔گزشتہ دنوں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فلسطین کی لجنہ اماء اللہ کو جدید دور کے چیلنج سے آگاہی دیتے ہوئے فرمایا کہ دجالیت کا سب سے بڑا چیلنج ہو گا جس کے لیے اپنی اولاد کی احسن طریق پر تربیت کرنی ہو گی۔جہاں یہ دجالی اژدھا تیسری دنیا کے غریب طبقے کو اپنے چنگل میں دبوچ چکا ہے اب یہ امیر طبقے کو جدید طرز فکر سے مسحور کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔۔یہی دجال اصل میں شیطان کا مظہر ہے جو انسانیت کو راہ راست سے گمراہ کرنے والا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں دجال کی دو شانیں ہیں ایک تو پادری لوگ ہیں جو گویا نبوت کا دعوی کرتے ہیں ہر اس قسم کے مکر و فریب کے ساتھ لوگوں کو بہکاتے ہیں اور عیسائی بناتے ہیں خود انجیل اور تورات کا ترجمہ در ترجمہ کرتے ہیں اصل کتاب ان کے پاس موجود نہیں تراجم میں ہمیشہ تبدیلیاں کرتے ہیں اور انہی اپنے خیالات کے الفاظ کو دنیا کے سامنے پیش کر کے بیان کرتے ہیں کہ خدا کا کلام ہے۔یہ ایک طرح سے نبوت کا دعوی ہے۔دوسرے اس زمانہ کے فلسفی لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہو بیٹھے ہیں اور رات دن مادی دنیا کی طرف ایسے جھکے ہوئے ہیں کہ دین کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ دین کو غیر ضروری اور اپنی دنیوی ترقی کی راہ میں ایک حارج یقین کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 233 تا 234)

اب ستم ظریفی یہ ہے کہ موجودہ دور کی نسل دینی تعلیم پر توجہ نہیں دیتی سطحی اور فرضی باتوں پر اپنے دین کا مدار رکھتے ہیں نماز کو سیکھنے اور اس کے آداب سے واقف نہیں ہوتے نماز کو توجہ سے پڑھنا دور کی بات ہے۔خدا تعالیٰ اور دعاؤں کی طرف توجہ بہت کم ہے۔سنی سنائی باتوں پر یقین اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر بے یقینی ہے۔قرآن شریف جو خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کے منہ کی باتیں ہیں اس کے پڑھنے کی طرف توجہ نہیں غور وفکر تو دور کی بات ہے قرآن کریم سے جو محبت ہونی چاہیے اس کے بدلے میں دوسری کتابوں ناول اور فرضی دنیا کی کہانیوں کی کتابوں سے محبت ہے۔گویا خدا کی راہوں کو تلاش کرنے کی طرف توجہ نہیں صرف لوگوں کے ذہنوں میں یہ بٹھایا جاتا ہے کے انسانیت کی خدمت کر و خدا مل جائے گا اور خدا تعالیٰ کو گویا چھوڑ دو خدا کی عبادت کرنا خدا کے بتائی ہوئی باتیں گویا کہ کڑوی گولی ہیں۔انسانیت کے رنگ میں لوگوں میں اپنے آپ کو مشہور رکھنا اور خلق سے دوری کیا یہ تضاد نہیں؟ وہ خالق کس طرح خوش ہو گا جس کو چھوڑ کر آپ اس کی مخلوق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔یہ غیر متوازن زندگی ہے۔زندگی میں توازن زندگی کی خوبصورتی ہے اور دین کی خوبصورتی ہے اور انسانیت کی خوبصورتی ہے۔حضرت سید ولد آدم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل بھی تھے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اعلیٰ وارفع تعلق بھی تھا۔آپ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بھی تھے اور انسانیت کے ساتھ ماں باپ سے بڑھ کر تعلق تھا۔

اس جدید دور میں لوگ اپنے ماں باپ سے عزیز و اقارب سے بے رخی برتتے ہیں اور اپنے دوستوں سے رنگ رلیاں مناتے ہیں عبادت سے غافل ہیں دنیا کے کھیل تماشہ میں مشغول ہیں۔خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں دنیا کے فضول کاموں میں پانی کی طرح دولت بہاتے ہیں تا دنیا داروں سے سرٹیفکیٹ حاصل کر سکیں۔صلحاء اور خلفاء اور بزرگوں کی محافل سے کتراتے ہیں اور شیطانی باتوں اور شیطانی حیلوں کو اپناتے ہیں اپنوں کے حقوق سے غافل اور پرایوں کے حقوق کی جنگ کرتے ہیں۔ضمیر کی آزادی کا اعلان کرتے اور خدا کے دین کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔انسانیت کو تار تار کر کے انسانیت کے نام پر دنیا سے بٹورتے ہیں۔دنیا میں خطرناک ہتھیاروں کو پھیلا کر پھر امن پھیلانے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔اس دجالی طلسم نے دنیا کے فلاسفروں مادی طبقہ مذہبی طبقہ کو اپنے ساتھ ملایا ہوا ہے۔کبھی پیسے کے نام پر انسانیت کو خریدتے ہیں۔کبھی مذہب کے نام پر خریدتے ہیں کبھی ڈیموکریسی کے نام پر خریدتے ہیں اور پھر شہر شہر گلیوں گلیوں میں انسانیت کا خون بہاتے ہیں ان کے نزدیک انسان وہی ہے جو ان کے گروہ میں شامل ہے۔یہی فتنہ عظیم تھا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں ذکر فرمایا۔اسی کے سدباب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا ذکر فرمایا کہ یہ طلسم اور یہ دجل اس کے روحانی ہاتھ سے ہی ختم ہو گا کوئی دنیاوی طاقت اس کو ختم نہیں کر سکے گی یہ مسیح موعود علیہ السلام کی تدابیر آسمانی حربے اور دعاؤں سے ہو گا۔اور اب اس موجودہ دور میں اس کا کام خلافت حقہ کے ہاتھ میں ہے۔ہمیں خلیفۂ وقت کی آواز کو سن کر اس پر عمل کرنا چاہیے اسکی نصائح کو اپنے دلوں میں اتارنا چاہیے۔اس کی محفل میں بیٹھ کر اس سے تعلق بڑھانا چاہیے اس کی باتوں پر من وعن عمل کرنا چاہیے۔اس پاکیزہ وجود کو اپنی ڈھال بنانا چاہیے۔اس ذریعہ سے ہم اپنی اور اپنی اولاد کو محفوظ کر سکتے ہیں اس دور کا یہی حقیقی دارالامان ہے خدا ہمیں اس امان میں داخل فرمائے۔آمین۔

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ، اِغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَأَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ

(عمل اليوم والليلة، المؤلف احمد بن محمد بن إسحاق معروف بابن السُّنّي بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا غَضِبَ)

ترجمہ: اے اللہ! محمد ﷺ کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کا غصہ دور کر دے اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچانا۔

یہ سید ومولی، مقدس الانبیاء پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی غصہ اور طیش کی شر سے بچنے کی دعا ہے۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور (قریب ہی) دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے کہ ایک شخص کا منہ سرخ ہو گیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اگر یہ شخص پڑھ لے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

یعنی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

اس کلمہ سے اس کا غصہ جاتا رہے گا۔

(صحیح بخاری، کِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ حدیث:3282)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مدثر ظفر

ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟

قریب 3000 سال قبل مسیح میں میسوپوٹیمی بادشاہوں نے اپنے خواب مٹی کی سلوں پر تحریر کرنا شروع کیے ۔ 1000 سال بعد قدیم مصریوں نے خوابوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی جس میں روزمرہ کے 100 متفرق خواب اور ان کی تعبیریں لکھی گئی تھیں۔تب سے لے کر آج تک حضرت انسان اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں مصروف ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ ۔ تمام تر جدید ٹیکنالوجی اور سہولیات کے باوجود انسان خواب دیکھنے کی معین وجہ تلاش کرنے میں ناکام رہا ہے ۔ تاہم اس بارے میں کئی دلچسپ مفروضے ضرور قائم کر لیے ہیں ۔ایک خیال یہ کیا جاتا ہے کہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے خواب دیکھتے ہیں ۔

1900 ء کے ابتداء میں سگمنڈ فرائڈ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہمارے تمام خواب دراصل ان تمام مناظر کا مجموعہ ہوتے ہیں جو دن بھر ہم دیکھتے ہیں ۔ ان خوابوں میں دیکھی گئی اشیاء کے علامتی معنیٰ بھی ہوتے ہیں اور ہمارے لاشعور میں کی گئی خواہشات بھی ان میں شامل ہوتی ہیں ۔فرائڈ کا کہنا ہے کہ ہر وہ بات جو نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہمیں یاد رہتی ہے اپنے اندر علامتی معنیٰ رکھتی ہے ۔ ان میں خوف ، عدم تحفظ ، رتبہ ، خواہشات ، طاقت اور کمزوری جیسے عوامل کارفرما ہوتے ہیں ۔ تمام یاد رہ جانی والی باتیں ہمارے لاشعور سے شعور کی جانب منتقل ہوتی ہیں جو بعض اوقات پیدا ہونے والے نفسیاتی مسائل کے حل کا سبب بھی بنتی ہیں ۔یعنی خوابوں کا دیکھنا نفسیاتی مسائل کو حل کرنے کا ایک خود کار نظام بھی ہے ۔

ایک اور تحقیق کے مطابق دماغ کو بہتر طور پر کام کرنے کے لیے مناسب نیند کی ضرورت ہوتی ہے اور نیند میں خوابوں کا آنا بھی ضروری ہے ۔ اس سے انسانی دماغ کی یادداشت محفوظ رکھنے کی قابلیت میں اضافہ ہوتا ہے ۔ 2010ء میں محققین نے دریافت کیا کہ ہماری یادداشت کے کئی حصے اسی وقت فعال ہوتے ہیں جب ہم سوتے میں خواب دیکھتے ہیں ۔

ہمارے دماغ کی اندرونی ساخت میں تقریباً دس ہزار کھرب نیورو کنیکشن ہیں جو ہمارے سوچنے یا کسی بھی کام کرنے کے دوران بنتے ہیں۔ 1883ء میں پیش کی گئی ایک ’’نیورو بائیلوجیکل تھیوری آف ڈریم‘‘ جسے Reverse Learning کا نام دیا گیا ہے، کے مطابق نیند کے دوران دماغ کے Neocortex ان کھرب ہا کھرب کی تعداد میں موجود رابطوں کا جائزہ لیتے ہیں اور صرف ضروری رابطوں کو ہی برقرار رکھتے ہیں اور غیر ضروری رابطوں کو دماغ سے ختم کر دیتے ہیں ۔

اگر ایسا نہ ہو تو دماغ پر غیر ضروری بوجھ پڑے گا جس کا نتیجہ غیر اہم امور کی طرف توجہ کا مبذول ہو جانا نکلتا ہے اور انسان حقیقی مسائل پر توجہ مرکوز نہیں کر پاتا۔

Continual Activation Theory کے مطابق خوابوں کا آنا دماغ کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے ، خوابوں کے نتیجے میں لمبے عرصہ تک یادداشتیں محفوظ رکھنے کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے ۔نیند کے دوران خودکار طریقے سے دماغ یادداشت کے خانوں میں محفوظ اس ڈیٹا کو اکھٹا کرتا ہے جو ہمارے خواب دیکھنے کے دوران ہمارے احساسات اور خیالات کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے ۔

ڈراؤنے خواب دیکھنا عام بات ہے اور شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ڈراؤنا خواب نا دیکھا ہو ۔ Primitive instinct rehearsal theory کے مطابق ،خواب میں دیکھے اور محسوس کیے جانے والے عوامل کسی خاص مقصد کے تحت ہوتے ہیں اور ان کا کوئی نا کوئی مطلب اور محرک ضرور ہوتا ہے ۔خواب میں دکھائی دینے والے مناظر کے پیچھے کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے ۔خواہ کوئی انسان خواب میں خود کو جنگل میں کسی بھالو سے جان بچانے کے لیے بھاگتا ہوا ہی کیوں نا دیکھے ، یا کسی سے لڑائی کرتے اور اسے مارتے ہوئے دیکھے یا اونچی جگہ سے چھلانگ لگاتے ہوئے ۔ اس تھیوری کے مطابق ایسے خوابوں کے آنے کا مطلب انسان میں حقیقی زندگی میں خطرات سے مقابلہ کرنے کی جرات اور ہمت پیدا کرنا ہوتا ہے ۔نیند میں انسانی جسم اور دماغ دونوں حالت سکون میں ہوتے ہیں لیکن دماغ کا ایک چھوٹا سا حصہ فعال ہوتا ہے ۔خواب کے دوران کسی بات پر ردعمل کی کمانڈ اسی حصہ سے ملتی ہے ، چنانچہ ڈراؤنے خواب کے دوران دماغ کا یہ حصہ اپنے بچاؤ کے لیے تیز دوڑنے کے سگنل بھیجتا ہے لیکن چونکہ جسم حالت سکون میں ہوتا ہے اس لیے اس سگنل کے ردعمل کے طور پر جسم میں مطلوبہ حرکت پیدا نہیں ہوتی ۔اس کشمکش میں ہمیں ایسے مناظر نظر آتے ہیں کہ تمام تر کوشش کے باوجود تیز بھاگنے میں ناکام ہیں ۔

نیند کے دوران دماغ ہمیں پیش آنے والے مسائل کے حل تلاش کرنے میں سرگرم ہو جاتا ہے ۔ ان میں ایسے مسائل اور معاملات بھی ہوتے ہیں جن کا ہمیں جاگنے کے دوران ادراک بھی نہیں ہوتا ۔ محققین مسائل کے حل میں نیند اور نیند کے دوران خواب دیکھنے کو بہت اہم خیال کرتے ہیں ۔ دماغ سونے کے دوران مسائل کے لاتعداد حل تجویز کرتا ہے جن میں سے اکثر جاگنے پر یاد نہیں رہتے ۔ایک کیمسٹ اگسٹ کیکلو نے بینزین مالیکول کا سٹرکچر تب دریافت کیا جب وہ سو رہے تھے ۔ چنانچہ بعض اوقات مسائل کا بہترین حل اچھی نیند لینے سے نکل آتا ہے ۔

کیا خواب مستقبل کی پیشگوئیاں کر سکتے ہیں ؟

یہاں کسی مذہبی بحث میں الجھے بغیر اگر صرف سائنسی حوالہ سے دیکھا جائے تو اس بارے میں سائنسدان و محققین متضاد آراء رکھتے ہیں ۔بعض کے نزدیک ایسا ممکن ہے لیکن بعض سرے سے اس کی نفی کرتے ہیں ۔ممالیہ جانداروں پر ہونے والی حیرت انگیز تحقیق کے مطابق بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تب ہی اپنے مستقبل اور بیرونی ماحول کے بارے میں خوابوں کے ذریعے پیدائش سے پہلے ہی تجربہ حاصل کر چکا ہوتا ہے ۔

کیا خواب سچے ہو سکتے ہیں ؟

امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق ایک انسان سونے کے دوران اوسطاً 6 گھنٹے خواب دیکھتا ہے ۔ ان خوابوں میں وہ اپنے مسائل کا حل ڈھونڈتا ہے اور اپنے مستقبل کو بھی دیکھتا ہے ۔انسانی دماغ سونے کے دوران وہ مسائل حل کرنے اور ان پر غور و فکر کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے جو ہمیں جاگنے کے دوران پیش آئے ہوتے ہیں ۔ میل آن لائن کے مطابق دماغ کی سائنسدان ڈاکٹر جولیا موس برج کا کہنا ہے کہ ’’نہ صرف کوئی شخص سچے خواب دیکھ سکتا ہے بلکہ انسان خواب میں اپنا مستقبل بھی دیکھ سکتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا دماغ لاشعوری طور پر اپنے آپ کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے لیے تیار کر رہا ہوتا ہے ، چنانچہ مستقبل کے یہ واقعات خواب میں دکھائی دے سکتے ہیں ۔‘‘

جدید ٹیکنالوجی دماغ کے افعال کو سمجھنے میں بہت معاون ہے اور ہم ماضی کے مقابلہ میں انسانی دماغ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں ۔ عین ممکن ہے کہ مستقبل میں ہمیں اس سوال کا شافی جواب مل جائے کہ ’’ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں ؟‘‘

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: حافظ مصور احمد مزمل، نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن۔ سینیگال

سینیگال میں طوفان سے متاثرہ خاندانوں میں امداد

ماہ جون اور جولائی 2021ء میں متعدد مرتبہ ریجن تانبا کنڈا میں شدید آندھی اور طوفان آیا۔جس کی زد میں آ کر نا صرف تانبا کنڈا شہر میں متعدد گھروں اور جھونپڑیوں کی چھتیں اڑ گئیں بلکہ بدقسمتی سے ایک دیوار گرنے کی وجہ سے دو بچے جاں بحق بھی ہو گئے۔ اس ضمن میں ہیومینٹی فرسٹ سینیگال نے ہیومینٹی فرسٹ کینیڈا کے تعاون سے متاثرین میں گراں قدر امداد کی ۔

مؤرخہ 3 اگست کو خاکسار نے حکومتی انتظامیہ کے ساتھ مل کر امداد کی تقسیم کا پروگرام بنایا۔جس میں زون کسانار کے 10 دیہاتوں کے 40 خاندانوں اور تانبا کنڈا کے 7 دیہاتوں کے 13 خاندانوں میں میئر تانبا کنڈا کے ذریعہ امداد کی تقسیم کی ۔جس میں چاول، میکرونی، کوکنگ آئل، پانی کے استعمال کے برتن،صابن اور دیگر اشیائے خورد ونوش وغیرہ شامل تھیں۔ اس طرح کل 55 خاندانوں میں امداد تقسیم کی گئی۔

محترم ناصر احمد سدھو صاحب چیئر مین ہیومینیٹی فرسٹ سینیگال نے خود ریجن تانبا کنڈا کا دورہ کر کے بعض جگہ حکومتی انتظامیہ کے ساتھ مل کر امداد تقسیم کی اور متعدد گاؤں میں جا کر بھی افراد کی داد رسی کی ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام متاثرین کی مدد فرمائے اور ہیومینیٹی فرسٹ کو اسی طرح بھرپور رنگ میں خدمت کی توفیق دیتا چلا جائے۔آمین۔

تفصیل امداد فی خاندان

1۔ چاول (ایک عدد تھیلا 50 کلو)
2۔ آئل (ایک گیلن 5لیٹر)
3۔ میکرونی (5 کلو کا تھیلا)
4۔ ٹب بالٹی وغیرہ (1عدد)
5۔ صابن (ایک کارٹن)
6۔ چند ضروری برتن اور بالٹیاں
7۔ چھت پر ڈالنے کے لئے پلاسٹک شیٹ (1 عدد)

اس طرح 18 دیہاتوں کے 55 خاندانوں میں مذکورہ بالا ضروری سامان خورد و نوش کی امدادی اشیاء سے احسن طریق پر حکومتی نمائندگان کی موجودگی میں یہ تقسیم عمل میں لائی گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

چھوٹی مگر سبق آموز بات

دل کی پاکیزگی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

اسلام میں پاکیزگی اس کا نام نہیں کہ زبان پر اچھی باتیں ہوں یا اعمال اچھے ہوں بلکہ اسلام میں اصل دل کی پاکیزگی ہے۔ جو انسان دل کا پاک نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک پاک نہیں ہے۔ ایک شخص قطعاً کوئی گناہ نہ کرے مگر اس کے دل میں گناہ اور برائی سے الفت ہو اور گناہ کے ذکر میں اسے لذت محسوس ہو تو وہ نیک اور پاک نہیں کہلا سکے گا جب تک اس کے دل میں بھی یہ بات نہ ہو کہ گناہ میں ملوث نہ ہو۔ پس اسلام میں پاکیزگی دل کی ہے۔ اعمال اور زبان تو آلات اور ذرائع ہیں جن سے پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے۔

(منہاج الطالبین صفحہ 65تا66)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

31 اگست 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:46	18:38
مدینہ منورہ	04:42	18:41
قادیان	04:39	18:54
ربوہ	04:19	18:34
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:45	19:51